الیاس نعمانی ندوی

اسلام لانے سے قبل حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے ذاتِ نبوی ﷺ سے تعلقات

عام طور پر ہمارے تذکرہ نویس، تاریخ نگار اور مصنفین سیرت حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے سلسلے میں یہ تاثر دیتے ہیں کہ وہ مکہ کے اندر اسلام دشمنی میں ابوجہل وابولہب وغیرہ کی صف میں تھے، اور عداوت ومخالفت کی جس انتہا تک رسول اللہ ﷺ کے شدید ترین مخالفین پہونچے ہوئے تھے، وہ بھی اس سے کچھ زیادہ دور نہ تھے۔ اس بیانِ مخالفت وعداوت میں یہ بالکل نظر انداز کر دیا جاتا ہے کہ عین اس زمانے میں جب کہ مشرکین مکہ نبی کریم ﷺ اور آپ کے جاں نثار صحابہ کی ایذاء رسانی میں کوئی دقیقہ نہیں اٹھا رکھتے تھے، حضرت ابوسفیانؓ کی جانب کسی قابل اعتماد ذریعے سے کسی طرح کی ایذا رسانی کی نسبت ہمیں نہیں ملتی ہے، بلکہ جیسا کہ ہم آگے ذکر کریں گے، روایات سے پتہ چلتا ہے کہ اس عہد میں آپ کا رویہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نہایت ہمدردی کا تھا، انہیں اس کا احساس تھا کہ آپ ﷺ ان کے بزرگ تر خاندان بنوعبد مناف سے ہی تعلق رکھتے ہیں۔

خود رسول اللہ ﷺ بھی حضرت ابوسفیانؓ کے ساتھ وہ سخت رویہ نہیں اختیار کرتے تھے جو آپ کا پر تشدد مخالفین مکہ کے ساتھ تھا، حضرت علیؓ نے ابوجہل کی بیٹی سے شادی کے لیے پیغام بھیجا آپ ﷺ کو اس کی اطلاع ہوئی تو یہ بات آپ کو ناگوار گذری، اور یہ کہتے ہوئے اس کی سخت ترین مخالفت کی کہ ''بنت رسول اللہ'' (حضرت فاطمہؓ، جو پہلے سے حضرت علیؓ کے عقد میں تھیں) اور ''بنت عدو اللہ'' (ابوجہل کی بیٹی) ایک ساتھ جمع نہیں ہوسکتیں (۱) جب کہ آپ ﷺ نے خود ام حبیبہؓ بنت ابی سفیانؓ سے عقد کیا ہوا تھا، وجہ یہ تھی کہ حضرت ابوسفیانؓ گو کہ اسلام لانے سے قبل مذہب کے معاملے میں آپ ﷺ سے اختلاف رکھتے تھے، لیکن وہ اختلاف محض اختلاف تھا مزید کچھ نہیں، جب کہ ابوجہل وغیرہ کے اختلاف نے سنگین دشمنی کا رنگ لے لیا تھا۔

یہ بات کہ حضرت ابوسفیانؓ اسلام وصاحب اسلام کے متشدد مخالفین میں سے نہیں تھے، بعض ممتاز اصحاب تاریخ وسیر نے بھی اس کی جانب اشارہ کیا ہے، بلاذری نے انساب الاشراف میں لکھا ہے:

''وکان الذين ينهتي عداوة رسول الله صلى الله عليه وسلم اليهم: ابوجهل، و أبو لهب و عقبة، وكان ابو سفيان بن حرب وعتبة و شيبة ابنا ربيعة ذوی عداوة للنبي صلى الله عليه وسلم، و لكنهم لم يكونوا يفعلون كما فعل هؤلاء.''(۲)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ سے جولوگ آخری درجہ کی دشمنی رکھتے تھے وہ ابوجہل، ابولہب اور عقبہ تھے، ابوسفیان بن حرب، عتبہ بن ربیعہ اور شیبہ بن ربیعہ گو کہ رسول اللہ ﷺ کے مخالفین میں سے تھے لیکن وہ ان لوگوں (ابوجہل وغیرہ) جیسی حرکتیں نہیں کرتے تھے۔

اسی طرح ایک بیان ابن سعد نے طبقات میں یعقوب بن عتبۃ کا بھی نقل کیا ہے۔ (۳)

حضرت ابوسفیانؓ کا اختلاف میں حد سے آگے نہ گزرنے کا یہ رویہ صرف حضور ﷺ کے ساتھ ہی خاص نہ تھا بلکہ ہر ایک کے ساتھ تھا، ایک مرتبہ ان سے ایک شخص نے دریافت کیا کہ آپ کو یہ مقام بلند جو عطا ہوا ہے آپ کی نظر میں اس کا کیا سبب ہے، انہوں نے جواب میں کہا: مَا خاصمتُ رجلا الا جعلت للصلح بینی و بینہ موضعا (۴)
(میں نے جب کبھی کسی سے لڑائی کی، صلح کے امکانات ختم نہیں کئے)

اسلام لانے سے قبل حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کا رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سلوک کیسا تھا، اور ان دونوں شخصیات کے آپسی تعلقات کی نوعیت کیا تھی، اس کا کچھ اندازہ نیچے ذکر کی گئی ہے۔ تاریخی روایات سے بآسانی کیا جاسکتا ہے۔

(۱) رسول اللہ ﷺ نے جب اپنی بعثت کا اعلان کیا اس وقت حضرت ابوسفیانؓ بغرض تجارت یمن گئے ہوئے تھے۔ عام معمول کے مطابق اہل مکہ کی بڑی تعداد نے اپنا مال بغرض تجارت انہیں دیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ بھی ان میں سے ایک تھے۔ یمن میں ان کا قیام تقریباً پانچ ماہ رہا۔ جب حضرت ابوسفیانؓ واپس مکہ آئے تو وہ تمام لوگ جنہوں نے اپنا مال تجارت دیا تھا آکر اس کی بابت دریافت کرنے لگے، حضور ﷺ بھی تشریف لائے، خیریت دریافت کی، سفر کے حالات پوچھے اور عام لوگوں کے بالکل برخلاف اپنے مال تجارت کے سلسلے میں کچھ بھی نہیں پوچھا۔ حضرت ابوسفیان کو اس پر بڑا تعجب ہوا۔ حضور ﷺ کے جانے کے بعد انہوں نے اپنے اس تعجب کا اظہار اپنی اہلیہ سے کیا۔ اہلیہ نے دیگر باتوں کے ساتھ یہ بھی بتایا کہ آپ نے رسالت کا دعویٰ کیا ہے...... کچھ دیر کے بعد وہ بیت اللہ حاضری دینے آئے، واپسی میں حضور ﷺ سے ملاقات ہوئی، تو عرض کیا کہ آپ کے مال میں اتنا نفع ہوا ہے کہ کسی کو بھیج کر منگوالیں، نیز یہ بھی کہا کہ میں دوسروں سے اس تجارت کے عوض جو لیتا ہوں وہ آپ سے نہیں لوں گا...... (۵)

(۲) ایک مرتبہ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ اپنی سواری پر سوار کہیں جارہے تھے، ان کے پیچھے ان کی اہلیہ تھیں، اور ایک اور سواری پر ان کے ساتھ ان کے بیٹے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ تھے، اتنے میں آنحضرت ﷺ پیدل آتے ہوئے دکھائی دئے، انہوں نے حضرت معاویہ کو حکم دیا کہ سواری سے اتر جاؤ تا کہ محمد ﷺ اس پر بیٹھ سکیں، آپ نے اس موقع پر انہیں اسلام کی دعوت دی، اور پھر آپ واپس تشریف لے گئے...... بعد میں ان کی اہلیہ نے ان سے کہا کہ آپ نے اس ساحر وکذاب کے لئے میرے بیٹے کو اتارا تھا، انہوں نے جواب میں کہا: واللہ یہ ساحر وکذاب نہیں ہے۔ (۶)

(۳) مشہور تابعی ثابت البنانی کے حوالے سے متعدد تذکرہ نگاروں نے یہ ذکر کیا ہے کہ جب مکہ مکرمہ میں آپ ﷺ کو زیادہ تنگ کیا جاتا تھا تو آپ ابوسفیان کے گھر میں داخل ہوجاتے تھے اور وہاں آپ کو امن مل جاتا تھا، فتح مکہ کے موقع پر کیا جانے والا اعلان: ''من دخل دار ابی سفیان فهو آمن'' درحقیقت اسی کا بدلہ تھا۔ (۷)

(۴) مکہ میں بنومغیرہ سے تعلق رکھنے والے کسی لڑکے نے حضرت فاطمہؓ کو مارا انہوں نے مدد کے لیے بنوعبدمناف کو آواز دی۔ (یا آل عبدمناف) سب سے پہلے جو شخص مدد کو نکلا وہ کوئی اور نہیں حضرت ابوسفیانؓ تھے۔

(فخرج ابو سفیان يشتد اول الناس.۸)

(۵) ہجرت مدینہ سے عین قبل دارالندوہ میں رسول اللہ ﷺ کے سلسلے میں جو میٹنگ ہوئی تھی، اس میں حضرت ابوسفیانؓ کا کیا موقف تھا؟ روایات اس سلسلے میں واضح طور پر تو کچھ نہیں بتاتیں، لیکن ایسا محسوس ہوتا ہے کہ پورا قبیلہ بنوعبدمناف (بشمول حضرت ابوسفیانؓ) کسی سخت کارروائی کے حق میں نہیں تھا، ابوجہل نے جب اپنی رائے پیش کی تھی تو کہا تھا: میری رائے ہے کہ ہر قبیلہ سے ایک ایک شخص کو لیا جائے اور وہ سب مل کر محمد پر ایک ساتھ حملہ کریں۔ ایسی صورت میں بنوعبد مناف قصاص لینے کے لیے پوری قوم (قریش) سے جنگ نہیں کرسکیں گے اور ہم سے دیت لینے پر راضی ہوجائیں گے ہم انہیں دیت دے دیں گے۔ (۹)

(۶) رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حضرت ام حبیبہؓ کے عقد کی خبر جب حضرت ابوسفیانؓ کو ہوئی تو انہوں نے آپ ﷺ کے لئے بہت تعریف وتحسین کے کلمات کہے۔ اور رشتہ پر خوشی کا اظہار کیا۔ (۱۰)

(۷) غزوہ بدر کے موقع پر حضرت زینبؓ بنت رسول اللہ ﷺ کے شوہر حضرت ابوالعاصؓ کو قید کرلیا گیا تھا اور پھر اس شرط پر انہیں چھوڑ دیا گیا تھا کہ وہ مکہ جاکر حضرت زینبؓ کو مدینہ بھیج دیں گے، انہوں نے مکہ جاکر وعدہ وفا کیا، اور اپنے بھائی کو اس پر مامور کیا۔ وہ حضرت زینبؓ کو لے کر دن کی روشنی میں برسرعام نکلے، غزوہ بدر کی تازہ شکست سے قریش کے زخم ابھی مندمل نہیں ہوئے تھے، ایک فاتح دشمن کی لڑکی کے اپنے بیچ سے یوں علانیہ جانے میں انہیں اپنی ذلت محسوس ہوئی، انہوں نے حضرت زینبؓ کو روکنے کی کوشش کی، یہاں تک کہ روایات کے مطابق کسی شخص نے حضرت زینبؓ پر تیر بھی چلا دیا جس سے آپ زخمی ہوگئیں۔ حضرت ابوالعاصؓ کے بھائی نے غصہ میں ترکش سے تیر نکال کر اپنے سامنے ڈال دئے اور کہا کہ اگر اب کوئی قریب آیا تو میں اس پر تیر چلا دوں گا، لوگ ان کے سامنے سے ہٹ گئے، پھر ان کے پاس حضرت ابوسفیانؓ آئے اور کہا کہ تم جانتے ہو کہ بدر کی شکست سے ہمارے حصہ میں کیسی ذلت ومصیبت آئی ہے، اگر اب تم محمد ﷺ کی بیٹی کو یوں برسرعام لے کر نکلتے ہو تو اس میں قریش کی ذلت ہے بہتر یہ ہے کہ رات کے اندھیارے میں جب لوگ پرسکون ہوجائیں تم انہیں لے کر چلے جاؤ۔ (۱۱)

مذکورہ بالا واقعہ رسول اللہ ﷺ کے تئیں حضرت ابوسفیانؓ کے رویے کا مکمل عکاس ہے، انہیں ایک جانب قریش کی عزت وذلت کا بھی خیال تھا، اور قریشی سرداروں کے جذبات کا بھی اندازہ تھا۔ اور دوسری جانب وہ اپنے بنواعمام (بنو ہاشم) کی ایک لڑکی کو اس کے باپ سے دور رکھنا بھی نہیں چاہتے تھے۔

(۸) خیبر سے جو مال غنیمت ہاتھ آیا تھا اس میں سے ایک حصہ رسول اللہ ﷺ نے مکہ کے فقراء ومساکین میں تقسیم کرنے کے لیے حضرت ابوسفیانؓ، صفوان بن امیہ اور سھل بن عمرو کو بھیجا تھا، مؤخر الذکر دونوں افراد نے اس کے لینے سے انکار کر دیا تھا، جب کہ حضرت ابوسفیانؓ نے اسے قبول کر کے تقسیم کیا تھا، اس موقع پر یہ بھی کہا کہ: **جزی اللہ ابن أخي خیراً، فانه وصول لرحمه،** (۱۲) (اللہ میرے اس بھتیجے کو جزائے خیر دے، یہ رشتہ داریوں کا بڑا پاس وخیال رکھتا ہے)

(۹) اسی طرح ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں عجوہ کھجور بطور ہدیہ بھیجی تھی جس کو انہوں نے قبول کیا تھا، اور خود رسول اللہ ﷺ کو بھی کچھ ہدیہ میں بھیجا تھا (۱۳)

(۱۰) مشہور محدث ومؤرخ خلیفہ بن خیاط نے اپنی تاریخ میں ذکر کیا ہے کہ صلح حدیبیہ والے سال حضور ﷺ نے حضرت عثمان بن عفان وعمرو بن امیۃ الضمر ی کے ہاتھ حضرت ابوسفیانؓ کے لئے کچھ ہدیہ بھیجا تھا (۱۴)

مندرجہ بالا واقعات وروایات اس پر دلالت کرتی ہیں کہ حضرت ابوسفیانؓ اسلام اور صاحب اسلام ﷺ سے مذہبی اختلاف رکھنے کے باوجود اخلاق سے گری ہوئی ایذاء رسانی یا کسی اور پست اور گھٹیا عمل کے لیے تیار نہ تھے۔ انہیں قریش کی اقدار وروایات کا خیال بھی تھا اور اپنے ہی خانوادہ کے ایک شخص (رسول اللہ ﷺ) کی رشتہ داری کا پاس ولحاظ بھی۔ بلکہ وہ آنحضرت ﷺ کے ساتھ (اپنے کفر کے ایام میں) ایک شریف حریف کی طرح بلکہ کسی درجہ میں انسانی اخلاق پر مبنی معاملہ کرتے تھے۔

بدر کے علاوہ دیگر غزوات میں قریش کی قیادت کرنے پر ہمارے عام مؤرخین ایسا تاثر دیتے ہیں، گویا یہ منصب انہیں سخت ترین اسلام دشمنی کے عوض ملا تھا، یا پھر وہ اپنی ذاتی رقابت وعداوت کے سبب تمام قریش کو لے کر میدان میں آجایا کرتے تھے، حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ وہ قریش کے سپہ سالار تھے، اور مکہ کی شہری مملکت کے نظام میں یہ عہدہ ان کے خاندان ہی میں ہوا کرتا تھا۔ اور اس طرح اس وقت کی روایات قبیلہ کی رو سے ان پر فرض تھا کہ قریش جب کسی سے آمادہ جنگ ہوں تو وہ ان کی قیادت کریں، بالکل اسی طرح جس طرح بنو ہاشم کے بعض افراد نے اپنی خواہش کے بالکل برخلاف بعض غزوات میں قریش کی جانب سے شرکت کی تھی اور وہ اس سلسلے میں اقدار ورسوم قبیلہ کی وجہ سے مجبور تھے۔

باقی صفحہ ۴۰ پر